نقشِ آغاز

قیامِ نظام کیلئے شعوری اور فکری انقلاب کی ضرورت

ملک میں سیاسی محاذ آرائی و معرکہ آرائی، عدالتی کارروائی، متحارب فریقین کے باہمی حرب و ضرب اور جوڑ توڑ اور تخریبی ہتھکنڈے وہی ڈھاک کے تین پات" بلکہ بدسے بدتر، ہم اس بحث میں الجھے بغیر ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کرنے والے بہی خواہانِ ملت، مخلص قائدین اور دینی درد سے سرشار عامۃ المسلمین سے ایک نظریاتی اور فکری عرضداشت کے طور پر گذارش کرتے ہیں کہ۔

مسلمانوں کی عظیم اکثریت نفاذِ شریعت کی ہزار چاہت کے باوجود فکر و عمل کے دائروں میں اجتماعی حیثیت سے اسلامی نظریات سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتی فکری طور پر قوم کے تعلیم یافتہ طبقے کے اذہان پر مغربی فلسفۂ زندگی غالب آچکا ہے جن درسگاہوں میں اس طبقے کے ذہن و فکر کی تعمیر ہوئی ہے ان کا نظام تعلیم مغربی طرزِ تعلیم کا ہی چربہ ہے آج ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک فی صد بھی ایسے افراد نہیں ملتے جو اپنی ذہنی سطح کے مطابق نہ سہی، اسلام کا ایک نظامِ زندگی کی حیثیت سے کوئی واضح تصور رکھتے ہوں، گذشتہ پینتالیس سالہ سیاسی مدوجذر اور حکومتی تجربات اور حالیہ سیاسی کبڈی کے پس منظر اور پیش منظر میں بحالات موجودہ اس کی توقع بھی کیسے کی جا سکتی ہے بلکہ اس طبقہ سے تعلق رکھنے والوں کی اکثریت کو سرے سے اس بات پر اطمینان حاصل ہی نہیں ہے کہ اسلام دورِ حاضر کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

اس وقت بہی خواہانِ ملتِ اسلام کو کسی مجرّب سیاسی جتھہ کے استحکام، کسی سیاسی ریلے میں بہنے اور کسی دہریہ یا منافق قوت کے لیے آلہ کار بننے کے بجائے قیامِ نظامِ اسلام کے لیے انقلابِ فکر کا اصولی اور بنیادی کام کرنا ہوگا، اگر بارِ خاطر نہ ہو تو اس رائے کے اظہار میں ہمیں کوئی جھجک نہیں کہ دینی سیاسی جماعتوں اور بہی خواہانِ انقلابِ اسلامی کا اب تک کا موجودہ کام، قیامِ نظامِ اسلام کی ابتداء کرنے کے لیے بھی کافی نہیں چہ جائے کہ اسے قیامِ نظام کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کافی قرار دے دیا جائے یا اس سے یہ توقع وابستہ کی جائے کہ اس سے انقلابِ فکر کا وہ مرحلہ طے ہو جائے گا جو قیامِ نظام کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے۔ جب

یک خالص دینی، علمی اور اسلام کے انقلابی نظریات فکر کی دنیا میں غلبہ حاصل نہ کریں پرانے فرسودہ نظام کو اکھاڑ پھینکنے اور نیا نظام قائم کرنے کا کوئی امکان ہی نہیں نظر آتا۔

اسلام کو برپا کرنے کا دعویٰ کرنے کے باوجود پاکستان میں حالت یہ ہے کہ فکر و اخلاق، سیرت و کردار اور طرز معاشرت تک کی حیثیت سے صرف یہ نہیں کہ ہم اسلام کو اپنا نہیں رہے بلکہ الٹا ہم اس کے مخالف سمت میں بڑھ رہے ہیں۔ یہاں سیاسی اخلاقی فکری معاشرتی غرضیکہ کسی حیثیت سے بھی اسلام کے لیے زمین ہموار نہیں ہوئی پاکستان کے یوم تاسیس سے لے کر آج تک ہم نے اسلام کی طرف عملی قدم نہیں بڑھایا بلکہ ہم اس سے اور دور چلے گئے ہیں اور چلے جا رہے ہیں۔

سیاسی دائرے میں حالات پہلے سے زیادہ خراب ہو گئے ہیں اور حکمران طبقے کی کشمکش اقتدار نے جہاں ایوانِ حکومت و سیاست سے دیانت و امانت کی تمام قدروں کو نکال باہر کیا ہے۔ وہیں عوام کو انتخابات میں ناجائز کاروائی کرنے کی اس قدر ٹریننگ دیدی ہے کہ اس ملک میں منعقد ہونے والا ہر انتخاب گزشتہ انتخاب سے زیادہ بھیانک مناظر پیش کرتا ہے سپریم کورٹ کے عدالتی فیصلے کے بعد پھر سے انتخابات ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے؟ مستقبل کی نئی قیادت کی تشکیل کیا ہوگی؟ قرائن بتا رہے ہیں کہ وہی ہوگا جو کچھ پہلے ہوتا رہا ہے دینی قوتوں اور اسلامی انقلاب کے بہی خواہوں کے پلے شاید وہ بھی نہ پڑ سکے جو اب تک حاصل ہوتا رہا ولا فعلها الله، اس بحث سے بھی قطع نظر، اس وقت مملکت عزیز کے مجموعی حالات کا جائزہ لیا جائے۔ تو بد دیانتیوں کے وہ وہ جوہر سامنے آتے ہیں جس سے انسان حیران اور ششدر رہ جاتا ہے ہماری جو نئی پود سکولوں اور کالجوں میں تربیت پا رہی ہے اس کی حالت کے تصور سے ہر سلیم الفطرت انسان لرز جاتا ہے، فکری طور پر مغرب کے مادہ پرستانہ تصورات ہمارے اذہان و قلوب کی گہرائیوں میں اترتے چلے جا رہے ہیں جہاں تک ہماری معاشرت کا تعلق ہے ہمارے رہن سہن، انداز نشست و برخاست اور ظاہر و باطن پر مغربی طرز فکر کا غلبہ ہے جس نے ہماری سوسائٹی میں خوفناک انتشار کی کیفیت پیدا کر دی ہے رہی سہی جس مذہبی قیادت سے اسلامی انقلاب کے لیے کچھ فکری راہ ہموار کرنے اور عملی پیش رفت کا باعث بننے کی توقع تھی اس نے بھی سیاست کے وہی اطوار اپنا لیے ہیں جو بے دینوں کا طرۂ امتیاز ہوا کرتے ہیں تین دفعہ اسمبلی لوٹی بھری اور اب پھر بن رہی ہے مگر اسلام کے لیے عملاً ایک قدم بھی نہ اٹھایا جا سکا۔

ان حالات میں جو شخص قوم کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ اسلام آ رہا ہے اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہو گئی ہے شریعت کی بہار چھانے والی ہے اور یہ قوم اسلام کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ

کیے ہوئے ہے وہ یا تو ہمارے اجتماعی رجحانات اور اسلام سے ناواقف ہے یا پھر اپنی کسی سیاسی مصلحت کے پیش نظر جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ نیز اس حقیقت سے بھی دنیا کی کوئی طاقت انکار نہیں کر سکتی کہ دنیا میں آج تک جو نظام بھی قائم ہوئے ہیں ان کی بنیاد ہمیشہ قوموں کی فکری رہنمائی کرنے والے طبقے کے تصورات پر ہی رکھی گئی ہے اولاد آدم کی یہ ایک ایسی مستقل سنت ہے جسے دور حاضر کی جمہوریت بھی نہیں بدل سکی۔ محض عوامی مطالبات محض جلسہ جلوس یا زیادہ سے زیادہ چند ممبریاں حاصل کرنے کے سہارے عوامی جذبات اٹھائیں جائیں اس طرح کی سیاست سے آج تک کوئی نظام قائم نہیں ہو سکا۔

کسی نظام کے لیے محض الیکشن اسلیکشن، چند سیٹیں، وزارتیں یا وہ عوامی تائید جس کی پشت پر ٹھوس فکر اور اس فکر کو لے کر چلنے والا ایک مضبوط تعلیم یافتہ طبقہ موجود نہ ہو پنپنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کسی جماعت کی ہوشمند قیادت نے یہ طریقہ کبھی اختیار نہیں کیا کہ اپنے اصولوں اور نظریات کی اشاعت کے لیے مثبت کوشش اور فکری وشعوری انقلاب کے لیے سعی کرنے کے بجائے بعض نعروں کے نام پر منعقد ہونے والے جلسوں اور جلوسوں کے ذریعہ برسر اقتدار گروہ پر اپنے اصولوں کو اپنانے اور نافذ کرنے کے لیے دباؤ ڈالے جن اصولوں پر وہ جماعت نہ ایمان رکھتی ہو۔ نہ اس کے اندر انہیں عملی جامہ پہنانے کی استعداد موجود ہو اور نہ وہ ان اصولوں کو قابل عمل اور دور حاضر کے تقاضوں کے لیے موزوں تصور کرتی ہو۔ دنیا میں معمولی سے معمولی کام قلب وذہن کی پوری آمادگی کے بغیر انجام نہیں دیئے جا سکتے تو پھر ہمارے بہی خواہانِ ملت اس آمادگی کے بغیر اسلامی نظام کے قیام جیسا عظیم کام کروانے میں کیسے کامیاب ہو سکیں گے۔

پاکستان کے گذشتہ تمام الیکشنوں اور سیاست دانوں کے نعروں کا ایک بے لاگ تجزیہ کیا جائے تو یہی صورت سامنے آئے گی کہ یہاں کے عوام اسلام چاہتے ہیں لیکن محض جذباتی طور پر، اور یہ بھی ایک عجیب مضحکہ خیز پوزیشن ہے کہ جب ہمارا کوئی عوامی اجتماع اسلام کے حق میں فلک شگاف نعرے لگا کر منتشر ہوتا ہے تو اس کا ایک ایک فرد (الا ماشاء اللہ) اپنی عملی زندگی میں ایک ایک قدم پر اسلام کی اخلاقی قدروں کو پامال کرتا ہے اگر اس قسم کے عوامی اجتماعات اور ہڑبونگ سے کوئی نظام برپا ہو سکتا تو غالباً صفحہ ارض پر آج کوئی خطہ یا ملک ایسا نہ ہوتا جہاں زندگی کے کسی نہ کسی اصول کی کارفرمائی نہ ہوتی۔

پاکستان کی تمام ایسی جماعتیں جو اسلامی نظام کے قیام کو اپنا واحد نصب العین بتاتی ہیں سب اسی دھارے میں بہہ رہی ہیں کہ محض عوامی دباؤ، الیکشن یا سلیکشن اور جلسہ ہائے احتجاج کے شور وغوغا سے حکمرانوں اور قومی قیادت کو اسلامی اصولوں کو اپنانے پر مجبور کیا جائے ہمارے نزدیک اس سے زیادہ سطحی

اور مصنوعی طرز فکر کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

جب یہ قطعی طور پر طے شدہ امر ہے کہ موجودہ حکومت سمیت حزب اختلاف کی اکثریتی سیاسی قیادت دین سے بے تعلق اور عملاً اسلام سے منحرف ہے اپنی نجی اور عوامی زندگی میں رات دن خلاف اسلام حرکات کا ارتکاب کرتی ہے تو پھر انہی لوگوں سے اتحاد یا ان ہی سے مطالبہ کہ وہ اسلام کو اس ملک کے نظام کے طور پر اپنائیں حد درجہ مضحکہ ہے اتنا بڑا کارنامہ محض سیاسی مجبوری، اتحادیوں کی رضامندی، الیکشن، قبول وزارت یا کسی سیاسی دباؤ کے تحت کبھی وجود میں نہیں آتا کوئی گروہ یا طبقہ کسی ایسے نظام کے قیام میں کیونکر کامیاب ہو سکتا ہے جس پر وہ خود بصمیم قلب ایمان نہ رکھتا ہو اس کے لیے تو سچے ایمان وعقیدہ اور قلب و ذہن کی مکمل آمادگی کی ضرورت ہوتی ہے اس کام کو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اسے اپنا مقصد زندگی بنائیں اور اپنی تمام دوسری دلچسپیوں کو خیرباد کہہ کر اس کام کو اپنی جملہ توجہات کا مرکز قرار دیں لہٰذا ہمیں دوسروں سے محض مطالبہ کرنے پر اپنا سارا زور اور وسائل صرف کرنے کے بجائے احساس و شعور میں تبدیلی اور فکری انقلاب کے لیے جامع منصوبہ بندی کے ساتھ مثبت کوششیں کرنی چاہئیں۔

عبدالقیوم حقانی